رویتِ ہلال کا ثبوت

اور

حدودِ قضا

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم شہزادۂ مفسر اعظم مفتی اعظم ہند قاضی القضاۃ فی الہند

تاج الشریعہ حضرۃ العلام

مفتی محمد اختر رضا خان

قادری ازہری بریلوی دام ظلہ علینا

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

رویتِ ہلال کا ثبوت اور حدودِ قضا

از: حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری مدظلہ العالی

الحمد لله الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا والصلاة والسلام علیٰ من صار الدین بطلوع هلاله بدراً منیرا وعلی اٰله وصحبه الکاملین نورا والمکملین تنویرا ۔

ابھرتے ہوئے جدید مسائل میں دربارۂ رویت، ٹیلیفون، فیکس، ای میل کے معتبر ہونے کا مسئلہ سرفہرست ہے فقہائے کرام نے ایک شہر کی رویت کا حکم دوسرے شہر میں ثابت ہونے کے لیے شہادت شرعیہ یعنی گواہان عدول کا خود اپنی رویت پر شاہد ہونا یا حکم قاضی پر شہادت دینا یا استفاضۂ خبر کو طرق موجبہ سے شمار فرمایا۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا ٹیلیفون وغیرہ کا اعتبار دربارۂ رویت ہلال ہے یا نہیں؟ اور اگر متعدد ٹیلیفون کسی شہر سے آجائیں کہ فلاں جگہ رویت ہوئی تو یہ بمنزلۂ استفاضہ ہوگا یا نہیں ظاہر ہے کہ استفاضہ اعلیٰ درجہ کی خبر صحیح ہے۔

(۱) صحت خبر کا مدار محض سماع پر نہیں بلکہ منجملہ شرائط معتبرہ اتصال بھی درکار ہے۔

(۲) اور اتصال بے ملاقات متصور نہیں۔

(۳) لہٰذا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرط صحت بالفعل ملاقات کو قرار دیا اور امام مسلم نے امکان ملاقات کی شرط رکھی یعنی انہوں نے اس پر محمول کیا کہ راوی کی مروی عنہ سے بوجہ معاصرت ملاقات ہوئی ہوگی۔

(۴) اور جہاں راوی اور مروی عنہ کے درمیان سینکڑوں واسطے ہوں تو بدیہی ہے کہ دونوں کا اتصال نہ ہوا تو خبر متصل نہیں بلکہ منقطع ہے اور جب خبر منقطع ہے تو ہرگز بمنزلۂ استفاضہ نہیں ہوسکتی اگرچہ متعدد منقطع باہم مل جائیں جب بھی وہ خبر متصل نہیں ٹھہر سکتی۔

(۵) یہاں سے ظاہر ہوا کہ شیخ مصطفےٰ رحمتی رحمۃ اللہ علیہ نے استفاضہ کی جو تعریف بایں الفاظ کی " معنی الاستفاضة ان تاتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رویة" یہ تعریف محض اتفاقی اور بیان واقعہ نہیں بلکہ ابتداء تعریف میں جملہ "ان تاتی من تلک البلدة جماعات متعددون" تحقق استفاضہ کی شرط ہے نہ یہ کہ یہ تحقق کی من جملہ صور دیگر ایک صورت ہے کہ اتصال بے ملاقات نامتصور اور ملاقات کے لیے جماعتوں کا آنا ضرور۔

(۶) یہ ناچیز اپنے طور پر یہ خیال کرتا تھا کہ اس جگہ خبر مستفیض کی تعریف جو محدثین نے بیان کی اس کا ذکر اور یہ بحث کہ استفاضہ کے لیے چھ یا نو درکار ہوں گے اور یہ کہ بعض احوال میں چار، پانچ ناکافی ہوں گے اور دس، گیارہ درکار ہوں گے، تطویل بے فائدہ ہے، حضرت مصطفےٰ رحمتی رحمۃ اللہ علیہ نے استفاضہ کی جو تعرف بیان کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ گروہ در گروہ آئیں اور ان میں سے ہر ایک یہ بیان کرے کہ فلاں شہر

والوں نے چاند دیکھا۔ میں یہ خیال کرتا تھا بحمدہ تعالیٰ اس کی تصریح اعلیٰ حضرت کے کلام میں پائی۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں رقمطراز ہیں:

''بلکہ وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے گروہ کے گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کہ ان کی خبر پر یقین شرعی حاصل ہو، ردالمحتار میں ہے: ''قال الرحمتی: معنی الاستفاضة أن تاتی جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة أنهم صاموا عن رویة لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه کما قد تشیع اخبار یتحدث بها سائر اهل البلدة ولا یعلم من اشاعها کما ورد أنّ فی آخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعة فیتکلم بالکلمة فیتحدثون بها ویقولون لا ندری من قالها فمثل هذا لا ینبغی ان یسمع فضلا عن ان یثبت به حکم اھ قلت وهو کلام حسن ویشیر الیه قول الذخیرة''. (فتاویٰ رضویہ ۴/۵۵۲،۵۵۳)

(۷) پھر یہ بھی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ تحقق کی بھی شرط ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''ہمارے ائمہ نے صرف استفاضہ واشتہار کافی نہ جانا بلکہ اس کے ساتھ تحقیق ہوجانے کی قید زیادہ فرمائی۔ علامہ عبدالغنی نابلسی 'حدیقہ ندیہ' میں فرماتے ہیں: اما خبر المتواتر من الناس بعضهم بعضا بذالک فهو ممنوع لاسناد الکل فیه الی الظن والوهم والتخمین واستفادة الخبر من بعضهم لبعض بحیث لو سألت کل واحد منهم عن روایة ذلک ومعاینته لقال لم اعاینه الخ .

(فتاویٰ رضویہ ج۴، ص۵۶۱، ۵۶۲)

(۸) اصل حکم سے عدول کے لیے حقیقتاً تعذر اور سچی حاجت صحیحہ شرعیہ مطلوب ہے۔

(۹) کسی شہر سے دوسرے شہر میں شہادت شرعیہ کا حصول یا استفاضۂ مقبولۂ شرع کا تحقق نہ ہوسکے تو اس کا تعذر تعمیل اصل حکم کا تعذر کیوں کر ٹھہرے گا اور کونسی حاجت اکمال عدت شہر سے مانع ہوگی۔

(۱۰) اور جب یہاں اصل حکم کہ تکمیل عدت شہر ہے پر عمل ممکن بلکہ لازم تو پھر کیا ضرورت کی ٹیلی فون وغیرہ اسباب کو امور شرع میں دخیل کیا جائے اور خواہی نخواہی ٹیلی فون، موبائل، فیکس، ای میل وغیرہ کو برخلاف تصریحات فقہا معتبر مانا جائے۔

(۱۱) اس سلسلہ میں فساد صوم اور فساد عقیدہ کو معرض حاجت میں ذکر کیا جاتا ہے۔ صوم وعید کا حکم تحقق رویت پر ہے تو جہاں شرعی طور پر تحقق رویت نہ ہو ہرگز نہ روزہ صحیح ہوگا نہ عید کرنا حلال ہوگا بلکہ اس جگہ کے لوگوں پر مہینہ کی گنتی پوری کرنا لازم ہے اور روز شک کو خواہی نخواہی رمضان یا روز عید ٹھہرانا عید کرنا حرام۔

(۱۲) اور اس مفسدہ کا ازالہ ٹیلی فون، فیکس وغیرہ اسباب غیر معتبرہ کو دربارۂ رویت معتبر ٹھہرا کر کیوں کر متصور بلکہ یہ مفسدہ فساد صوم اس صورت میں بھی موجود اور امر غیر شرعی کو شرعی جاننا خود فساد عقیدہ ہے تو اس صورت میں بھی فساد عقیدہ نقد وقت ہے اور ائمہ مذہب کی تصریحات کو بالائے طاق رکھنا ایک گونہ غیر مقلدیت ہے اور اس سلسلہ میں مجھے معاف

رکھا جائے اگر میں یہ کہوں کہ اس دروازے سے رفتہ رفتہ قیود مذہب سے کھلی آزادی اور تقلید سے بیگانگی کا کھلا اندیشہ ہے۔

(۱۳) اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفاضہ کی دو ہی صورتیں رقم فرمائی، ایک وہ جو رحمتی کے حوالہ سے گزری اور دوسری یہ ہے۔''اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقین شرعی تھا ظاہراً اس تقدیر پر وہاں کسی ایسے حاکم شرع کا ہونا ضرور نہیں کہ رویت فی نفسہا حجت شرعیہ ہے''الخ۔(فتاویٰ رضویہ ج ۴،ص ۵۵۳)

نیز اعلیٰ حضرت رقمطراز ہیں کہ:

''علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہو سکتی کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے۔تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے

''لو سمع من وراء الحجاب لا یسعه ان یشهد لاحتمال ان یکون غیره اذالنغمة تشبه النغمة''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴،ص ۵۲۷)

(۱۴) سوال یہ کہ جب استفاضہ متعدد ٹیلی فون کال اور متعدد فیکس وغیرہ سے موصول ہونے کی صورت میں متصور تھا تو اعلیٰ حضرت نے استفاضہ کے بیان میں یہ صورت کیوں نہ لکھی اور جب ٹیلی فون کی خبر کو غیر معتبر ٹھہرایا تو متعدد فونوں کے موصول ہونے کا استثناء فرما کر اسے استفاضہ کیوں نہ قرار دیا۔

(۱۵) یاد رہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں اور خود عالم اور ان کے احکام میں علم پر عامل و قائم یا کسی عالم دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملتزم و ملازم ہے یا جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام مرجع عوام و متبع الاحکام ہو کہ احکام روزہ و عیدین اسی کے فتویٰ سے نفاذ پاتے ہیں اور عوام کالانعام بطور خود عید و رمضان نہیں ٹھہرالیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ یا عید کی گئی''۔(فتاویٰ رضویہ ج ۴،ص ۵۵۲)

اقول: استفاضہ کی جو مندرجہ بالا پہلی صورت اعلیٰ حضرت نے ذکر فرمائی اور اس میں قاضی و مفتی میں جو قیدیں ملحوظ رکھیں ان کے پیش نظر استفاضہ شرعیہ کی پہلی صورت پر بھی رویت ثابت نہ ہوگی بلکہ نظر بحال زمانہ اطمینان کافی مطلوب ہوگا خصوصا جب کہ کسی خاص جگہ کے قاضی و مفتی کے بارے میں معلوم کہ وہ پابند احکام شرع نہیں۔

اب یہ جو کہا جاتا ہے کہ''خبر رسانی کے جدید ذرائع مثلاً ٹیلیفون، موبائل، فیکس، ای میل سے استفاضہ کا تحقق ہو سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ان ذرائع کو ممکن حد تک ناخداترسوں کے دھوکہ، فریب اور جھوٹ کے اندیشہ سے محفوظ رکھا جائے ورنہ ان کے ذریعہ موصول ہونے والی خبروں کی حیثیت بازاری افواہ کی ہوگی نہ کہ استفاضہ کی''۔

اقول: اس پر اولاً: یہ معروض ہے کہ یہ مقالہ نگار کا اپنا خیال ہے جو نہ صرف فتاویٰ رضویہ بلکہ دیگر کتب مذہب جن کی عبارتیں فتاویٰ رضویہ میں منقول ہوئیں کے خلاف ہے اور بشمول فتاویٰ رضویہ یہ سب کتابیں مقالہ نگار کی معتمد ہیں ان سب سے صرف نظر کیوں کر روا؟ اور ان تمام معتمدات کی مخالفت کیسے درست؟ اور یہ کہاں سے نکلا کہ تحقق ہو سکتا ہے؟

ثانیاً: اس عبارت میں مقالہ نگار نے ان ذرائع ابلاغ میں اندیشہ کو مانا جب تو یہ لکھا کہ ان ذرائع کو ممکن حد تک نا خدا ترسوں کے دھوکہ، فریب اور جھوٹ کے اندیشہ سے محفوظ رکھا جائے ورنہ ان کے ذریعہ موصول ہونے والی خبروں کی حیثیت بازاری افواہ کی ہوگی نہ کہ استفاضہ کی۔ اچھا ہوتا کہ پہلے وہ سارے اندیشے دفع فرمادیتے اور ان ذرائع کا محفوظ ہونا ثابت وآشکار کردیتے پھر اس پر سب سے اتفاق کروالیتے اور جب یہ مسئلہ اجماعی ہوجاتا تو اس پر مناط اجماع منطبق کرتے۔

ثالثاً: ان ذرائع کو محفوظ بنانے کی یہ تجویز کہ جو لوگ ٹیلیفون، موبائل فون، فیکس یا ای میل کے ذریعہ چاند ہونے کی خبر دیں انہیں قاضی شریعت یا اس کے سامنے اس کا معتمد فون کر کے یہ تصدیق حاصل کرلے کہ فون، فیکس، موبائل، ای میل کے ذریعہ انہوں نے ہی اطلاع دی ہے۔

اس پر معروض ہے کہ یہ تدبیر کیوں کر کارگر ہوگی؟ جو اندیشہ پہلے تھا وہ اب بھی ہے محض معتمد سے گفتگو کرلینے سے اندیشہ کا ازالہ کیوں کر ہوگیا؟ نیز فیکس، ای میل وغیرہ کی خبروں کو بوجہ کثرت بمنزلۂ استفاضہ ماننا صراحۃً اعلیٰ حضرت کے ارشاد کے خلاف ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''مگر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ خبر تار یا خط بدرجۂ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہوسکتا ہے اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۵۸)

رابعاً: اگر تسلیم کرلیا جائے کہ ایک گونہ اعتماد ہوگیا اور کسی حد تک ازالہ ہوگیا تو اب استفاضہ کا تحقق نا متصور بلکہ صاف ظاہر کہ جس کو استفاضہ سمجھا جارہا ہے اس کا منتہیٰ اور مدار ایک پر ہے تو یہ استفاضہ ہوگا یا خبر واحد وہ بھی غیر متصل۔ ممکن ہے کہ بعض اذہان میں یہ بات ابھرے کہ ہمیں تو یقین ہوگیا اس کا جواب اعلیٰ حضرت سے سنتے چلیے:

''اور یہ زعم کہ ہم کو تو یقین ہوگیا صحیح نہیں، یقین وہ ہے جو حجت شرعیہ سے ناشی ہو، یوں تو ایک جماعت ثقات عدول کی وقعت ان چند مجہولوں یا ساقطوں یا تار وخطوط کی اوہام وضبوط سے کیا کم تھی، انصاف کیجیے تو بدرجہا زائد تھے پھر کیوں علمائے دین نے اس کی بے اعتباری کی تصریح فرمائی''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۶۲)

خامساً: ثقہ علماء قاضی اور شہر کے دو تین صالحین کو فون کر کے جو تصدیق حاصل کی جائے گی اس میں بھی وہی احتمال واندیشہ رہے گا کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے اور مقام مقام احتیاط ہے، جس میں نادر شبہ کا بھی اعتبار ہے، خود مقالہ نگار نے جا بجا اندیشوں کا ذکر کیا اور نادر وغیر نادر کی کوئی تفصیل نہ کی، پھر فون پر اس امر کی تصدیق کیسے ہوسکے گی کہ اس نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا، یہ امر باب شہادات سے ہے اس میں محض خبر وہ بھی سینکڑوں پردوں کے پیچھے سے کیوں کر مسموع ہوگی، پھر بات وہی ہے کہ اس صورت میں منتہیٰ ایک۔ تو استفاضہ کیسے ہوگا؟ اور بذریعہ ای میل قاضی کی اصل تحریر پہنچنا کیسے متصور؟ یہی حال فیکس کا بھی ہے پھر ای میل میں اس نادر شبہ کا لحاظ کیا کہ سرور (کمپیوٹر کی ایک مشین کا مالک) جعل سازی کرسکتا ہے، یہ بات اس دعویٰ میں ہماری مؤید ہے کہ مقام احتیاط میں نادر کا اعتبار ہوتا ہے، پھر اس کی تصدیق کے لیے وہی مشتبہ ذریعہ بتایا کہ جس قاضی نے اسے وصول کیا وہ ٹیلیفون یا موبائل کے ذریعہ پیغام رساں وغیرہ سے تصدیق

حاصل کرے اور انجانوں کے بارے میں تصدیق کیسے ہوگی کہ وہابی، دیوبندی نہیں، اور بیانات کی چھان بین اور فریب کا ازالہ کیسے ہوگا۔

یہاں سے ظاہر کہ مذکورہ طریقے اور اس کے علاوہ دوسرے طریقے جن میں مدار ٹیلیفون، موبائل، ای میل، فیکس پر ہے وہ خود مستقل طور پر قابل اعتبار نہیں بلکہ محتاج تصدیق ہیں، اور ان کی تصدیق ٹیلیفون موبائل، ای میل، فیکس پر ہے وہ خود مستقل طور پر قابل اعتبار نہیں بلکہ محتاج تصدیق ہیں اور ان کی تصدیق ٹیلیفون، موبائل سے نہیں ہوسکتی کہ اندیشے سے خالی نہیں، اور مشتبہ مشتبہ کا مصدق نہیں ہوسکتا اور فیکس، ای میل اگر چہ دس، گیارہ ہوجائیں، یوں ہی فون اگر چہ متعدد ہوں بمنزلۂ استفاضہ نہیں ہوسکتے۔

فقہاء نے دربارۂ خط نادر شبہ کا اعتبار فرما کر اسے احکام میں نامعتبر ٹھہرایا اور علت اشتباہ ابتدائے کلام میں اس کی ندرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بتائی "ان الکتاب قد یفتعل ویزور والخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم" یعنی کبھی جھوٹا نامہ بنالیا جاتا ہے اور ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے اور ایک مہر دوسری مہر کی جیسی ہوتی ہے اس کے باوجود "کتاب القاضی الی القاضی" کو برخلاف قیاس باجماع صحابہ وتابعین طرق موجبہ سے شمار کیا اور اس کے لیے وہی منجملہ شروط شہادت شرعیہ کی شرط رکھی اور اس کے برخلاف رسول قاضی بلکہ خود قاضی کے بیان کا اعتبار نہ کیا کہ اجماع تو برخلاف قیاس کتاب القاضی پر ہوا ہے، اور جو خلاف قیاس ثابت ہو وہ اپنے مورد پر مقتصر رہتا ہے، بھلا رسول قاضی ان اخبار پس پردہ سے بدرجہا بہتر تھا اور حاجت بھی در پیش پھر مناط اجماع کو ان لوگوں نے اس پر منطبق کیوں نہ فرمایا؟

(۱۶) اور جب ان ذرائع میں یہ کچھ اندیشے ہیں اور یہ بذات خود کافی نہیں اور ان کے ذریعے تصدیق بھی مشتبہ تو ان جدید ذرائع سے موصول ہونے والی خبروں میں شبہ کیوں ہونا چاہیے؟

(۱۷) خصوصاً عید کے سلسلے میں بصورت استفاضہ بھی اندیشہ مانا تو ان اخبار پس پردہ کا بمنزلۂ استفاضہ ہونا یوں بھی ممنوع اور ان میں اشتباہ واندیشہ خود کو بھی مسلم تو سبیل اطلاق منع اور اندیشوں اور مفسدوں کا دروازہ بالکل بند کرنا ہے نہ یہ کہ بزعم خود راہ جواز نکالی جائے اور دور از کار ایسی شرطیں لگائی جائیں جن کی پابندی بے راہ روؤں سے نہ ہوسکے اور وہ قیدوں سے آزاد ہو کر رخصت پر کار بند ہوں اور مفتی کے حکم کو بہانا بنائیں شرع کا قاعدہ ہے "درء المفاسد اہم من جلب المصالح"

(۱۸) وہابیوں کے جذبۂ مسابقت کا ذکر تو کیا، مگر شدہ شدہ یہ بلا بہت سی سنی عوام میں بھی سرایت کر چکی ہے وہ بھی سعودیہ بلکہ لکھنؤ، دہلی میں چاند ہوجانا اور ریڈیو سے اس کا اعلان سن لینا اپنے زعم میں بڑا ثبوت سمجھتے ہیں تو متہم تو ایسے بہت سارے سنی بھی ہیں ان کی بھی دو بدو کی خبر قابل تحقیق ہے تو ٹیلیفون، فیکس وغیرہ مشتبہ ذرائع سے موصول ہونے والی خبریں معتبر نہیں ہوسکتیں اگر چہ خبر دینے والے سنی ہوں۔

ہاں ٹیلی فون وغیرہ پر کسی طرح اعتبار کا انجام تصریحات ائمہ مذہب کو بالائے طاق رکھنا اور قیود مذہب سے آزادی میں دوسروں کے ساتھ مشارکت اور عوام کو آزاد کرنا ضرور ہوگا۔

(۱۹) کتاب القاضی الی القاضی کے بارے میں

سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے مندرجہ ذیل تصریح فرمائی:

"کتاب القاضی الی القاضی" یعنی قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لیے مقرر کیا ہو اس کے سامنے شرعی گواہی گزری اس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام ونشان پورا لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام ونشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہو اور وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ باحتیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے اب یہ قاضی اگر اس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لیے کافی سمجھے تو اس پر عمل کر سکتا ہے۔ (اور بہتر یہ ہے کہ قاضی کاتب خط لکھ کر ان گواہوں کو سنادے اس کا مضمون بتادے اور خط بند کر کے اس کے سامنے سربمہر کردے اور اولیٰ یہ کہ اس کا مضمون ایک کھلے ہوئے پرچے پر الگ لکھ کر بھی ان شاہدوں کو دے کہ اسے یاد کرتے رہیں یہ آکر بھی گواہی دیں کہ خط میں یہ لکھا ہے اور سربمہر خط اس قاضی کے حوالہ کریں یہ زیادہ احتیاط کے لیے ہے ورنہ خیر اسی قدر کافی ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد دو عورتیں عادل کو خط سپرد کر کے گواہ کرلے اور یہ باحتیاط یہاں لاکر شہادت دیں) بغیر اس کے اگر خط ڈاک میں ڈال دیا یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہرگز مقبول نہیں اگرچہ وہ خط اسی قاضی کا معلوم ہوتا ہو اور اس پر اور اس کی اور اس کے محکمۂ قضاء کی مہر بھی لگی ہو"۔ (فتاویٰ رضویہ ۴/۵۵۱، ۵۵۲)

اعلیٰ حضرت کی تصریح کتب سے صاف ظاہر ہے کہ کتاب القاضی الی القاضی بالاستقلال حجت شرعیہ نہیں بلکہ شہادت شرعیہ سے مشروط ہے اسی لیے قاضی کا خط بذریعۂ ڈاک یا قاضی کے فرستادہ کے ہاتھ سے دوسرے قاضی کو پہنچے تو ہرگز مقبول نہیں، تو فیکس، ای میل وغیرہ بمنزلۂ کتاب القاضی الی القاضی کیسے ہو جائیں گے؟ حالانکہ آپ ہی نے مانا کہ اس کے واجب العمل ہونے کے لیے وہی شرط درکار ہوگی۔

(۲۰) پھر شہادت شرعیہ کی شرط سرے سے کیوں اڑا دی؟ اور امام ابو یوسف کا مفتیٰ بہ قول چھوڑ کر ایک روایت غیر مقبولہ جو شافعیہ میں بھی ایک عالم کا منفرد قول ہے مناط اجماع کی فکر میں اختیار کر کے خرق اجماع کیوں کیا؟

(۲۱) رویت پر شہادت گزرنا بوجہ دوری متعذر ہی صحیح لیکن یہ کب ضرور کہ جس دن کسی جگہ چاند ہو جانے کی وجہ سے روزہ یا عید ہو اسی دن دوسری جگہ بھی ہو جائے اگرچہ نہ چاند دکھائی دے نہ رویت بطریق شرعی ثابت ہو، ہرگز یہ ضروری نہیں تو غیر ضروری کو ضروری فرض کر لینا اور اس حیلے سے مذہب معتمد سے عدول کونسا اصول ہے؟

(۲۲) کتاب القاضی بھی نقل شہادت میں شہادۃ علی الشہادۃ کے مشابہ ہے اس لیے اس کا حکم بھی یہی ہوگا یعنی ضروری ہوگا کہ قاضی کا مکتوب بعد تحقق شروط مطلوبہ گواہان عدول لے کر دوسرے قاضی کے پاس جائیں، ورنہ یہ نقل شہادت نہ ہوگی، یہ سب کچھ قول مفتیٰ بہ پر ہے۔

اب اگر یہ بھی مختار ہے اور اصطخری شافعی وغیرہ کا قول مرجوح بھی تو یہ صاف تلفیق کی صورت ہے اور جمع بین النقیضین ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس جگہ اپنے اس فتوے

کی نقل درج کریں جو ہم نے مفتی شمشاد احمد برکاتی نزیل لیڈی اسمتھ جنوبی افریقہ کے سوال پر ارقام کروایا۔ وہ فتویٰ مع سوال وجواب مقالہ کے ساتھ اخیر میں منسلک ہے:

اس جواب میں اجمالی طور پر کتاب القاضی الی القاضی ٹیلیفون وغیرہ سب پر گفتگو ہو چکی اعلان کے متعلق اتنا اور کہنا ہے، غالباً کتب مذہب میں اس کی صراحت نہیں ملتی کہ سلطان اسلام یا قاضی القضاۃ کا اعلان سارے جہاں کے لیے کافی ہے۔

توپ وغیرہ امارات ظاہرہ پر قیاس کا جواب گزرا فتح الباری تحفۃ المحتاج وغیرہ کتب شافعیہ اپنے مذہب کی کتب نہیں، اورانہوں نے جو استثناء بایں الفاظ ذکر کیا "الا ان یثبت عند **الامام الاعظم فیلزم الناس کلهم لان البلاد فی حقه کالبلد الواحد**" اس میں وجہ الزام مفسر نہ ہوئی کہ کس طریقے سے وہ سب کو لازم کرے گا؟ براہ راست؟ اگر براہ راست تو کس ذریعے سے اور وہ ذریعہ مبدا سے منتہیٰ تک اس کے قبضے میں ہوگا اور اس پورے سلسلے میں اسے اپنے قبضے میں رکھنے کا وہ کیا بندوبست کرے گا؟ اور اگر بطریقۂ نواب وولاۃ وامراء، تو کون سی شروط ملحوظ ہوں گی؟

اس سے قطع نظر ریڈیو وغیرہ سے ایسا اعلان عام اس ملک میں متصور نہیں اس کی بحث اس جگہ بے فائدہ ہے شرع کا قاعدہ ہے "**الامور بمقاصدها**" لہٰذا اگر ریڈیو وغیرہ سے اعلان عام کے معتبر ہونے کی ان بلاد میں یہ تمہید ہے تو یہ امر سخت ہولناک وشدید ہے۔

(۲۳) ہمارے پاس عالمگیری کا جو نسخہ ہے اس کی عبارت یوں ہے:" **ذکر فی کتاب الاقضیة ان کتب الخليفة الى قضاته اذا كان الكتاب فى الحكم بشهادة شاهدين شهدا عنده بمنزلة كتاب القاضی الى القاضی لا يقبل الا بالشرائط التی ذکرناها**" الخ۔ اس میں ان کتب **الخليفة الى قضاته** کے بعد **ففيه تفصيل** نہیں ہے جو بریکٹ میں درج ہے، بریکٹ میں درج ہونے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ اسے ناقل نے ایہام پیدا کرنے والے انداز میں اصل عبارت میں رکھ دیا۔

مگر بسا اوقات کتابوں میں مصنف کے اصل کلمات بھی بریکٹ میں آجاتے ہیں۔

(۲۴) اب اگر کسی نسخہ میں وہ لفظ ہے جو بریکٹ میں درج ہوا تو تصحیح نقل کی جائے اور اگر نہیں تو یہ اضافہ اصل عبارت سے متصل اس ایہام کے ساتھ نہ ہونا چاہیے تھا بلکہ اس سے پہلے کوئی لفظ لاتے جو صاف تغییر وتصرف کا پتہ دیتا اور اس سے یہ ایہام زائل ہوتا کہ "ففیہ تفصیل" اصل عبارت مصنف ہے، اور یہ ایہام پیشگی ہی زائل کر دیتے۔

جو دستور قدیم سے سلاطین اسلام میں رہا اس پر ہم نے اپنے فتویٰ میں روشنی ڈالی جو اس مقالہ سے منسلک ہے، اور ہمارے جزئیہ سے دستور مذکور کا ثبوت بہم پہنچا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان اسلام کا حکم نامہ دوسرے شہر میں کسی قاضی کے لیے کچھ شرائط پر قابل عمل ہوتا ہے اور وہ کس صورت میں کتاب القاضی الی القاضی کے درجہ میں ہوگا۔

(۲۵) جزئیہ مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفۃ المسلمین اطلاع حکمی بلاد مختلفہ میں اپنے قضاۃ کو دیتا تھا اور اس کی اطلاع حکمی میں وہ شروط قدیم سے ملحوظ رہیں اور انہیں شروط پر اس کا حکم نامہ یا اطلاع حکمی معمول ومقبول ہوا۔

میں جو اس کے نزدیک حاضر تھے بطور کتاب القاضی الی القاضی لکھا ہو تو انہیں شرائط پر مقبول ہوگا جو ہم نے ذکر کیں۔

(۳۲) عالمگیری کے جزئیہ کے جواب میں مقالہ میں درج ذیل عبارت تحریر ہوئی ''واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ سارے عالم اسلام کا فرمانروائے اعظم ہوتا تھا الی قولہ اب اگر اس نے کسی ملک یا کسی ریاست کے مقدمہ کا فیصلہ کرکے تنفیذ کے لیے اپنے قاضی کو خط لکھا خصم کہہ سکتا تھا کہ یہ کتاب الخلیفہ نہیں ہے الی آخرہ''

اس جواب سے اعلان اور تنفیذ کی تفریق نہ رہی تنفیذ کرے۔ ایسے کتاب القاضی الی القاضی کی شرط مانی تھی وہ یکسر اٹھ گئی۔ جیسا کہ ظاہر ہے پھر انہوں نے کتاب القاضی الی القاضی ہی کا اعتبار کیوں کیا اور ان میں وہ شرطیں کیوں رکھیں۔ کیا خود قاضی یا رسول قاضی تحقیق کے لیے کافی نہ تھے پھر ان کا اعتبار کیوں نہ کیا۔ بات وہی ہے کہ کتاب القاضی الی القاضی پر صحابہ وتابعین کا اجماع ہولیا اور اس میں وہ شروط اجماعی ہمیشہ سے ملحوظ رہیں اب اگر رسول قاضی یا قاضی کو معتبر ٹھہراتے تو اجماع چھوڑتے۔ بھلا ان ائمہ دین کو باوصف حاجت اس طریقہ معہودہ متفقہ کے خلاف برأت نہ ہوئی کیا ان جدید ذرائع کو بروئے کار لانا اجماع کو اٹھانا نہیں اور جب ان میں خود شبہے مانیں تو ان سے تصدیق وتحقیق چاہنا کیا معنی؟ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم۔

فالہ بفمہ وامر برقمہ

الفقیر محمد اختر رضا القادری الازہری غفرلہ

۱۵؍رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

☆☆☆

استفتا وجواب استفتا

بخدمت اقدس حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری صاحب قبلہ جانشین حضور مفتی اعظم ہند

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

ساؤتھ افریقہ آٹھ صوبوں پر مشتمل خط استواء سے جنوب میں واقع ہے۔ اس کا طول البلد ۱۸؍درجہ شرقی سے ۳۳؍درجہ شرقی تک اور عرض البلد ۲۲؍درجہ جنوبی سے ۳۶؍درجہ جنوبی تک وسیع وعریض ہے۔

اکثر سعودیہ عربیہ میں چاند کا اعلان ایک دن پہلے کبھی دو دن پہلے ہوجاتا ہے، مشرق وسطی کے ممالک بھی اسے قبول کرلیتے ہیں۔ امریکہ، افریقہ ویورپ میں ان کے عقیدت مند لوگ بھی اسے فوراً مان لیتے ہیں۔ پھر ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ پر پرزور اعلان کرکے مسلمانوں کے نمائندہ بن جاتے ہیں ملکی اخبارات ومیڈیا بھی ان کے اعلان کے مطابق عید وغیرہ کا اعلان کردیتے ہیں جس کے سبب خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کے لیے کئی دشواریاں پیش آتی ہیں اور یہ خود کئی حصوں میں بٹ جاتے ہیں۔

کچھ تو وہ ہیں جو وہابیوں کے اعلان پر دانستہ یا نادانستہ رمضان وعید کرلیتے ہیں دوسرے وہ لوگ ہیں جو ان کے اعلان پر عید نہیں کرتے مگر دیوبندی جمعیۃ العلماء کے اعلان پر عید کرلیتے ہیں۔ تیسرے وہ سنی افراد ہیں جو صرف اپنے شہر کے علماء کے اعلان پر عید کرتے ہیں ان کی عید کبھی کبھی سعودیوں کی عید سے دو دن بعد اور ملک میں عام لوگوں کی عید سے ایک دن

(۲۶) اعلان کا نیا طریقہ جس کا رواج ہوا چاہتا ہے اور جس پر ایک طریقۂ غامضہ سے اپنے زعم میں دلالت قائم کرنا چاہی اس جزئیہ سے آشکار نہیں۔ مانع کو اسی قدر کافی بلکہ جو اس سے صاف ظاہر ہے وہ ہے جو ہم نے ابھی ذکر کیا اور ظاہر سے عدول بے دلیل نامقبول پھر مانع تو مانع لزوم ہے اور وہ ہم ہیں نہ کہ مدعی۔

(۲۷) اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ جزئیہ مذکورہ کسی طرح اس اعلان مزعوم پر دلالت کرتا ہے اور یہ کہ حکم اگر پہلے سے ثابت ہو تو قاضی کے پاس اعلان حکم بھیجنے کے لیے وہ شروط ضروری نہیں جو کتاب القاضی الی القاضی میں درکار ہے، پھر بھی خلیفۃ المسلمین کے مقررہ قاضیوں کے نزدیک ثبوت حکم کے لیے وہی شرط درکار ہوگی جو اس جزئیہ میں مذکور ہے تو اس سے مفر کدھر اور حکم اور اعلان کا تفرقہ کیا مفید؟

(۲۸) سطور بالا میں طریقہ غامضہ کا ذکر گزرا اس کی وضاحت کے لیے پیش نظر مقالہ کی عبارت درج کرنا ناگزیر ہے۔ چنانچہ اس میں ہے کہ (خود ان کی تحریر کردہ عبارت کا عکس منسلک ہے)

(۲۹) ہم نے پہلے ہی باندازِ سوال عرض کردیا کہ اعلان و حکم کا تفرقہ کچھ مفید نہیں اور اعلان تحقق حکم پر موقوف اور تحقق حکم خلیفہ عند القضاۃ اسی طریقہ پر موقوف جو ہمارے منقولہ جزئیہ میں مذکور۔ اور مقالہ میں درج صورت دیگر مقالہ نگار کا اپنا استخراج ہے جو جزئیہ سے ظاہر نہیں۔

(۳۰) وہ کہتے ہیں: ”اور اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ خلیفہ نے اپنا فیصلہ لکھ کر بھیجا تو بھی وہ بمنزلۂ کتاب القاضی الی القاضی کی قید سے مقید ہے، یہ کہاں ہے کہ اعلان کے لیے بھیجا جس سے اعلان کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوجائے“۔

جی! تسلیم نہ کرلینے کی کیا وجہ؟ حالانکہ اسی جزئیہ سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ نے اپنا فیصلہ اپنے قضاۃ کو لکھ کر بھیجا اس طرح اس نے اپنے فیصلہ کی اطلاع اصالۃً ان قضاۃ کو دی۔

اور یہ باعتراف مقالہ نگار بمنزلۂ کتاب القاضی الی القاضی کی قید سے مقید ہے تو ثابت ہوا کہ خلیفہ کے فیصلہ کی اطلاع بلاد بعیدہ میں اس کے قضاۃ کو اسی طریقہ پر ہوتی رہی۔ اب ہم سے یہ کیا سوال ہے کہ یہ کہاں ہے کہ اطلاع کے لیے بھیجا جس سے اعلان کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوجائے۔

(۳۱) مفہوم کتاب فی الحکم دونوں پر صادق خواہ وہ تنفیذ حکم کے لیے بھیجی جائے یا پہلے سے ثابت شدہ حکم کے اعلان کے لیے حکم دونوں میں ہے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ پہلے سے ثابت شدہ حکم اگر خلیفہ لکھ کر اعلان کے لیے بھیجے تو اس وجہ سے اس کا خط کتاب فی الحکم کا مصداق ہونے سے کیسے نکل جائے گا اور وہ بمنزلۂ کتاب القاضی کیوں نہ ہوگا۔ حالانکہ کتاب القاضی دوسرے قاضی کو برعایت شرائط حکم پر مطلع کرنے اور اسے نافذ کرنے کے لیے بھی بھیجی جاتی ہے۔

اور جب کتاب فی الحکم کا مفہوم تنفیذ و اعلان دونوں کو شامل تو قطعاً ضروری کہ عالمگیری کے جزئیہ میں مذکور قید ”بشہادۃ شاہدین شہدا عندہ“ کتاب فی الحکم کے مفہوم عام سے متعلق ہو۔

اب جزئیہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر خلیفہ نے اپنے قضاۃ کو کوئی خط لکھا تو اگر وہ خط دربارۂ حکم ہے (خواہ تنفیذ کے لیے ہو یا اعلان کے لیے) جسے خلیفہ نے گواہوں کی موجودگی

(۲۶) اعلان کا نیا طریقہ جس کا رواج ہوا چاہتا ہے اور جس پر ایک طریقہ غامضہ سے اپنے زعم میں دلالت قائم کرنا چاہی اس جزئیہ سے آشکار نہیں۔ مانع کو اسی قدر کافی بلکہ جو اس سے صاف ظاہر ہے وہ ہے جو ہم نے ابھی ذکر کیا اور ظاہر سے عدول بے دلیل نامقبول پھر مانع تو مانع لزوم ہے اور وہ ہم ہیں نہ کہ مدعی۔

(۲۷) اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ جزئیہ مذکورہ کسی طرح اس اعلان مزعوم پر دلالت کرتا ہے اور یہ کہ حکم اگر پہلے سے ثابت ہوتو قاضی کے پاس اعلان حکم بھیجنے کے لیے وہ شروط ضروری نہیں جو کتاب القاضی الی القاضی میں درکار ہے، پھر بھی خلیفۃ المسلمین کے مقررہ قاضیوں کے نزدیک ثبوت حکم کے لیے وہی شرط درکار ہوگی جو اس جزئیہ میں مذکور ہے تو اس سے مفر کدھر اور حکم اور اعلان کا تفرقہ کیا مفید؟

(۲۸) سطور بالا میں طریقہ غامضہ کا ذکر گزرا اس کی وضاحت کے لیے پیش نظر مقالہ کی عبارت درج کرنا ناگزیر ہے۔ چنانچہ اس میں ہے کہ (خود ان کی تحریر کردہ عبارت کا عکس منسلک ہے)

(۲۹) ہم نے پہلے ہی بانداز سوال عرض کردیا کہ اعلان وحکم کا تفرقہ کچھ مفید نہیں اور اعلان تحقق حکم پر موقوف اور تحقق حکم خلیفہ عند القضاۃ اسی طریقہ پر موقوف جو ہمارے منقولہ جزئیہ میں مذکور۔ اور مقالہ میں درج صورت دیگر مقالہ نگار کا اپنا استخراج ہے جو جزئیہ سے ظاہر نہیں۔

(۳۰) وہ کہتے ہیں: ''اور اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ خلیفہ نے اپنا فیصلہ لکھ کر بھیجا تو بھی وہ بمنزلۂ کتاب القاضی الی القاضی کی قید سے مقید ہے، یہ کہاں ہے کہ اعلان کے لیے بھیجا جس سے اعلان کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوجائے''۔

جی! تسلیم نہ کرلینے کی کیا وجہ؟ حالانکہ اسی جزئیہ سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ نے اپنا فیصلہ اپنے قضاۃ کو لکھ کر بھیجا اس طرح اس نے اپنے فیصلہ کی اطلاع اصالۃ ان قضاۃ کو دی۔

اور یہ باعتراف مقالہ نگار بمنزلۂ کتاب القاضی الی القاضی کی قید سے مقید ہے تو ثابت ہوا کہ خلیفہ کے فیصلہ کی اطلاع بلاد بعیدہ میں اس کے قضاۃ کو اسی طریقہ پر ہوتی رہی۔ اب ہم سے یہ کیا سوال ہے کہ یہ کہاں ہے کہ اطلاع کے لیے بھیجا جس سے اعلان کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوجائے۔

(۳۱) مفہوم کتاب فی الحکم دونوں پر صادق خواہ وہ تنفیذ حکم کے لیے بھیجی جائے یا پہلے سے ثابت شدہ حکم کے اعلان کے لیے حکم دونوں میں ہے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ پہلے سے ثابت شدہ حکم اگر خلیفہ لکھ کر اعلان کے لیے بھیجے تو اس وجہ سے اس کا خط کتاب فی الحکم کا مصداق ہونے سے کیسے نکل جائے گا اور وہ بمنزلۂ کتاب القاضی کیوں نہ ہوگا۔ حالانکہ کتاب القاضی دوسرے قاضی کو برعایت شرائط حکم پر مطلع کرنے اور اسے نافذ کرنے کے لیے بھی بھیجی جاتی ہے۔

اور جب کتاب فی الحکم کا مفہوم تنفیذ واعلان دونوں کو شامل تو قطعاً ضروری کہ عالمگیری کے جزئیہ میں مذکور قید ''بشہادۃ شاہدین شہدا عندہ'' کتاب فی الحکم کے مفہوم عام سے متعلق ہو۔

اب جزئیہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر خلیفہ نے اپنے قضاۃ کو کوئی خط لکھا تو اگر وہ خط در بارۂ حکم ہے (خواہ تنفیذ کے لیے ہو یا اعلان کے لیے) جسے خلیفہ نے گواہوں کی موجودگی

بعد ہوتی ہے۔ اہل سنت کے اس انتشار و تقسیم سے جماعتی سطح پر ہمارا بڑا نقصان ہوتا ہے۔

دوسری دشواری، سنی ملازمین وطلبہ کو چھٹی لینے میں ہوتی ہے، کیوں کہ ملک کا میڈیا ایک دن پہلے عید کا اعلان کر چکا ہوتا ہے اس لیے وہ ان کی باتوں پر یقین نہیں کرتے یا یہ لوگ ان کو قاعدے سے سمجھا نہیں پاتے کہ ہماری عید ایک دن بعد کیوں ہے۔

تیسری دشواری ائمہ وعلماء کو ہوتی ہے کہ عوام ان کی بات نہیں مانتی، بلکہ کبھی کبھی خود مساجد کی کمیٹیاں بھی ائمہ کی اطاعت نہیں کرتیں اور وہ از خود اپنی مسجد میں اعلان کر دیتی ہیں۔

چوں کہ ہر سال یا اکثر رمضان، عید الفطر عید الضحیٰ کے مواقع پر پورے ملک میں انتہائی شورش اور جھگڑا لڑائی ہو جایا کرتی ہے حتی کہ عوام علماء کے قابو میں نہیں رہتے، روزہ الگ چھوڑتے اور توڑتے ہیں، عید کی نماز تک قبل از وقت پڑھ لیتے ہیں۔ عوام کے ایمان کی سلامتی کے لیے کیوں نہ پورے ملک کی رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل دی جائے اور کم از کم اپنے اہل سنت متحد رہیں اور وہابی اور دیوبندی کی اقتدا نہ کریں۔

اس صورت حال کے پیش نظر حسب ذیل سوالات دریافت طلب ہیں!

سوال نمبر (۱) پورے ملک کے اہل سنت کے علماء کے اتفاق سے کسی ایک سنی عالم کو پورے ملک کا چیئرمین (حاکم) بنایا جائے اور اس سنی صحیح العقیدہ عالم دین کی تحقیق رویت ہلال کے بعد اس کے شرعی اعلان پر پورے ملک کے اہل سنت رمضان وعید وغیرہ کریں۔ تو سنی علماء کے وفاق سے ایک سنی صحیح العقیدہ عالم دین کو پورے ملک کا چیئرمین بنانا اور اس کے اعلان شرعی پر پورے ملک کے مسلمانوں کا عمل کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ پورے ملک کا ایک حاکم مقرر کرنا درست اور صحیح ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو جو معاملات شرعیہ میں کفایت کر سکے تو شرعی سب کام علماء کے سپرد ہوں گے اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنے ہر معاملۂ شرعی میں ان کی طرف رجوع کریں وہ علماء ہی قاضی وحاکم سمجھے جائیں گے۔ پھر اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو تو ہر ضلع کے لوگ اپنے علماء کا اتباع کریں اگر ضلع میں عالم کثیر ہوں تو جو سب میں زیادہ احکام شریعت کا علم رکھتا ہو اس کی پیروی ہوگی اور اگر علم میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈالیں'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم رسالہ طرق اثبات ہلال ص ۵۵۰)

امام اہل سنت سے منقول اس جزئیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر ملک کے تمام ضلع کے لوگ کسی ایک عالم پر متفق ہو جائیں تو مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنے ہر معاملہ شرعیہ میں ان کی طرف رجوع کریں۔ وہی عالم قاضی وحاکم اور سلطان اسلام سمجھا جائے گا اور شرعی سب کام اسی کے سپرد ہوں گے۔ اس سے پورے ملک کا ایک قاضی وحاکم بنانے کا جواز نکلتا ہے۔

اسی طرح پورے ملک کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی بنانے کے جواز کے قائل حضرت مولانا مفتی وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے بلکہ وہ ایک زمانہ میں پاکستان کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی میں شامل بھی رہ چکے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ:

''مرکزی رویت ہلال کمیٹی شرعی طور پر شہادت لے کر جب اعلان کردے گی تو وہ اعلان پورے ملک کے لیے ہوگا'' (وقار الفتاویٰ جلد دوم کتاب الصوم ص ۴۲۰)

سوال نمبر (۲) مرکزی رویت ہلال کمیٹی یا اس کا

چیئرمین ثبوت شرعی فراہم ہونے کے بعد پورے ملک میں ٹیلیفون، فیکس، انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ اعلان کرے تو اس کا یہ اعلان معتبر ہوگا یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ فقہاء نے جو تصریح فرمادی کہ ٹیلیفون، خطوط، اخبار اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ رویت ہلال کی خبریں غیر معتبر ہیں، بلاشبہ یہ حق ہے کیوں کہ وہ اپنے طور پر اس طرح کی خبریں شائع کرتے رہتے ہیں نہ وہ اعلان شرعی تحقیق کے بعد ہوتا ہے نہ حاکم شرع کے حکم سے، اس لیے ایسا اعلان معتبر نہیں لیکن اگر وہ اعلان حاکم شرع کے حکم سے ہو تو اس کے احکام اس سے مختلف ہوں گے۔

کیا یہ بات مسلم نہیں کہ قاضی شرع کے حکم سے اعلان رویت کے لیے جو توپ داغی جاتی ہے، وہ معتبر ہے لیکن سلطان اسلام یا قاضی شرع کے حکم کے بغیر کوئی شخص از خود ۲۹ / رمضان کو ہلال عید کے اعلان کے لیے توپ چھوڑ دے تو کیا اس کا اعتبار ہوگا؟ ہرگز نہیں، یا کوئی ایک شخص چاند دیکھ کر حاکم شرع کے فیصلہ سے پہلے ہی یا اس کے حکم کے بغیر پورے شہر میں اعلان کرتا پھرے کہ کل عید ہے۔ ہرگز معتبر نہ ہوگا۔ لیکن سلطان اسلام یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اعلان کرے تو معتبر ہوگا۔

اسی طرح کوئی شخص از خود پرچہ لکھ کر پورے شہر میں تقسیم کرے کہ کل عید ہے، معتبر نہیں کیوں کہ خطوط سے رویت کا ثبوت نہیں ہوگا، لیکن اگر یہی خط یا پرچہ ثبوت شرعی کے بعد سلطان یا قاضی کے حکم سے لکھ کر شہر میں تقسیم کیا جائے تو معتبر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں جب رویت ثابت ہوجاتی تو خود پرچہ لکھ کر شہر میں تقسیم کراتے۔ (فتاویٰ رضویہ چہارم ص ۵۳۲)

اگر باب رویت میں خطوط کا مطلقاً اعتبار نہ ہوتا تو کیوں پرچے لکھ کر تقسیم کیے جاتے؟ کیوں کہ یہ شبہ وہاں بھی پایا جاتا ہے کہ وہ پرچہ سیدی اعلیٰ حضرت کی طرف سے نہ ہو کسی اور نے ان کے نام سے لکھ کر تقسیم کیا ہو جیسا کہ فقہاء نے تصریح فرمائی۔ ''الخط یشبہ الخط فلم یحصل العلم'' (الاشباہ والنظائر) خط خط کے مشابہ ہوتا ہے، لہٰذا اس سے علم حاصل نہ ہوگا ظاہر ہے کہ یہ خطوط قاضی کی قضا سے پہلے حکم قضا صادر کرنے کے سلسلہ میں معتبر نہیں۔ نہ کہ فیصلہ صادر ہونے کے بعد اعلان کے لیے۔ ورنہ کیسے سیدی اعلیٰ حضرت اعلان رویت کے خطوط تقسیم کراتے اور اس کا اعتبار کرتے۔

فتاویٰ رضویہ شریف جلد چہارم میں ہے: ''لا یقضی القاضی بذٰلک عند المنازعة لان الخط مما یزور ویفتعل'' (ردالمحتار)

قاضی جھگڑے کے وقت اس پر فیصلہ نہ کرتے کیوں کہ خط میں کسی کی طرف جھوٹ منسوب کیا جاسکتا ہے اور بنالیا جاتا ہے۔ لہٰذا اب اگر رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین (حاکم) ثبوت رویت کے بعد اپنی تحریر ثبوت رویت کے اعلان کے لیے پورے ملک میں جو اس کے دائرہ عمل اور حدود قضا میں ہے تقسیم وارسال کرے یا فون وفیکس وای میل کرے تو اس کا اعتبار کیوں نہ ہوگا۔

سوال نمبر (۳) اگر کسی عالم کا ایک شہر میں ٹیلیفون اور پرچہ وغیرہ تقسیم کرکے اعلان کرنا ثبوت رویت کے بعد معتبر ہے تو دیگر بلاد میں کیوں نہ معتبر ہوگا جب کہ وہ دیگر بلاد بھی اس حاکم شرع کے دائرہ عمل اور حدود قضا کے اندر ہوں اور اتنی دوری پر ہوں کہ شک وشبہ کی صورت میں کار یا ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعہ جاکر تصدیق کرسکتے ہوں۔ بینوا توجروا

المستفتی۔ شمشاد احمد برکاتی مصباحی
خادم تدریس وافتاء، دارالعلوم قادریہ غریب نواز
لیڈی اسمتھ جنوبی افریقہ

چیئر مین ثبوت شرعی فراہم ہونے کے بعد پورے ملک میں ٹیلیفون، فیکس، انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ اعلان کرے تو اس کا یہ اعلان معتبر ہوگا یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ فقہاء نے جو تصریح فرمادی کہ ٹیلیفون، خطوط، اخبار اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ رویت ہلال کی خبریں غیر معتبر ہیں، بلاشبہ یہ حق ہے کیوں کہ وہ اپنے طور پر اس طرح کی خبریں شائع کرتے رہتے ہیں نہ وہ اعلان شرعی تحقیق کے بعد ہوتا ہے نہ حاکم شرع کے حکم سے، اس لیے ایسا اعلان معتبر نہیں لیکن اگر وہ اعلان حاکم شرع کے حکم سے ہو تو اس کے احکام اس سے مختلف ہوں گے۔

کیا یہ بات مسلم نہیں کہ قاضی شرع کے حکم سے اعلان رویت کے لیے جو توپ داغی جاتی ہے، وہ معتبر ہے لیکن سلطان اسلام یا قاضی شرع کے حکم کے بغیر کوئی شخص از خود ۲۹ / رمضان کو ہلال عید کے اعلان کے لیے توپ چھوڑ دے تو کیا اس کا اعتبار ہوگا؟ ہرگز نہیں، یا کوئی ایک شخص چاند دیکھ کر حاکم شرع کے فیصلہ سے پہلے ہی یا اس کے حکم کے بغیر پورے شہر میں اعلان کرتا پھرے کہ کل عید ہے۔ ہرگز معتبر نہ ہوگا۔ لیکن سلطان اسلام یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اعلان کرے تو معتبر ہوگا۔

اسی طرح کوئی شخص از خود پرچہ لکھ کر پورے شہر میں تقسیم کرے کہ کل عید ہے، معتبر نہیں کیوں کہ خطوط سے رویت کا ثبوت نہیں ہوگا، لیکن اگر یہی خط یا پرچہ ثبوت شرعی کے بعد سلطان یا قاضی کے حکم سے لکھ کر شہر میں تقسیم کیا جائے تو معتبر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں جب رویت ثابت ہوجاتی تو خود پرچہ لکھ کر شہر میں تقسیم کراتے۔ (فتاویٰ رضویہ چہارم ص ۵۳۲)

اگر باب رویت میں خطوط کا مطلقاً اعتبار نہ ہوتا تو کیوں پرچے لکھ کر تقسیم کیے جاتے؟ کیوں کہ یہ شبہ وہاں بھی پایا جاتا ہے کہ وہ پرچہ سیدی اعلیٰ حضرت کی طرف سے نہ ہو کسی اور نے ان کے نام سے لکھ کر تقسیم کیا ہو جیسا کہ فقہاء نے تصریح فرمائی۔ "الخط یشبہ الخط فلم یحصل العلم" (الاشباہ والنظائر) خط خط کے مشابہ ہوتا ہے، لہذا اس سے علم حاصل نہ ہوگا ظاہر ہے کہ یہ خطوط قاضی کی قضا سے پہلے حکم قضا صادر کرنے کے سلسلہ میں معتبر نہیں۔ نہ کہ فیصلہ صادر ہونے کے بعد اعلان کے لیے۔ ورنہ کیسے سیدی اعلیٰ حضرت اعلان رویت کے خطوط تقسیم کراتے اور اس کا اعتبار کرتے۔

فتاویٰ رضویہ شریف جلد چہارم میں ہے: "لا یقضی القاضی بذٰلک عند المنازعة لان الخط مما یزور ویفتعل" (ردالمحتار)

قاضی جھگڑے کے وقت اس پر فیصلہ نہ کرتے کیوں کہ خط میں کسی کی طرف جھوٹ منسوب کیا جاسکتا ہے اور بنالیا جاتا ہے۔ لہذا اب اگر رویت ہلال کمیٹی کا چیئر مین (حاکم) ثبوت رویت کے بعد اپنی تحریر ثبوت رویت کے اعلان کے لیے پورے ملک میں جو اس کے دائرہ عمل اور حدود قضا میں ہے تقسیم وارسال کرے یا فون و فیکس وای میل کرے تو اس کا اعتبار کیوں نہ ہوگا۔

سوال نمبر (۳) اگر کسی عالم کا ایک شہر میں ٹیلیفون اور پرچہ وغیرہ تقسیم کرکے اعلان کرنا ثبوت رویت کے بعد معتبر ہے تو دیگر بلاد میں کیوں نہ معتبر ہوگا جب کہ وہ دیگر بلاد بھی اس حاکم شرع کے دائرہ عمل اور حدود قضا کے اندر ہوں اور اتنی دوری پر ہوں کہ شک وشبہ کی صورت میں کار یا ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعہ جاکر تصدیق کر سکتے ہوں۔ بینوا تو جروا

المستفتی۔ شمشاد احمد برکاتی مصباحی
خادم تدریس وافتاء، دارالعلوم قادریہ غریب نواز
لیڈی اسمتھ جنوبی افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب:

زید کا قول صحیح ہے پورے ملک کا ایک حاکم ہوسکتا ہے یونہی قاضی القضاۃ بھی مقرر کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ملک کے سب سے بڑے حاکم یا قاضی القضاۃ کے دیگر بلاد اور مقامات میں اس کے نواب امراء اور نائب قاضی نہ ہوں اور حاکم یا قاضی کا حکم یونہی تمام بلاد کے عوام کو پہنچ جائے بلکہ ہر زمانہ کا یہ دستور رہا اور اب تک یہ دستور چلا آرہا ہے کہ حاکم اسلام کے ہر جگہ نواب اور اس کے مقرر کردہ قاضی ہوتے ہیں جن کو اس کا حکم پہنچتا ہے اور ہر جگہ کا والی اور قاضی اس کے حکم کو عوام پر نافذ کرتا ہے جس طرح تمام ملک کا ایک حاکم یا قاضی مقرر کرنا ممکن اسی طرح ''مرکزی رویت ہلال کمیٹی'' بھی قائم کی جاسکتی ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ملک کے اور شہروں میں اصلا رویت ہلال کمیٹیاں نہ ہوں اور عوام ازخود ایک ہی اعلان پر شہر میں عمل کرلیں اور جب یہ امر اپنی جگہ مسلم ہے کہ سب سے بڑے حاکم کے ماتحت اور بلاد میں حکام اور سب سے بڑے قاضی کے تحت اور بلاد میں قضاۃ ہوتے ہیں تو امور قضاء ہر ہر شہر میں ان قضاۃ کو مفوض ہوں گے اور وہی سب سے بڑے حاکم یا قاضی شروط قضاء کے متحقق ہونے کے بعد عوام پر نافذ کریں گے اور شروط قضاء متحقق نہ ہوں تو ان نائبین کے نزدیک اس کا حکم متحقق اور قابل عمل ہی نہ ہوگا چہ جائیکہ اس کو وہ عوام پر نافذ کریں۔

عالمگیری میں ہے:''ذکر فی کتاب الاقضیة ان کتب الخلیفة الی قضاته اذا کان الکتاب فی الحکم بشهادة شاهدین شهدا عنده بمنزلة کتاب القاضی الی القاضی لا یقبل الا بالشرائط التی ذکرناها واما کتابه انه ولی فلانا او عزل فلانا فیقبل عنه بدون تلک الشرائط ویعمل به المکتوب الیه اذا وقع فی قلبه انه حق ویمضی علیه'' (جلد۳؍صفحہ ۳۹۶)

ہمارے جزئیہ سے دستور مذکور کا ثبوت بہم پہنچا اور یہ معلوم ہوا کہ سلطان اسلام کا حکم نامہ دوسرے شہر میں کسی قاضی کے لیے کچھ شرائط پر قابل عمل ہوتا ہے اور وہ کس صورت میں کتاب القاضی الی القاضی کے درجہ میں ہوگا یہ بھی ظاہر ہوا۔ پھر مخفی نہ رہے کہ کتاب القاضی الی القاضی کے بارے میں یہ تصریح ہے کہ اس کا ثبوت اجماع سے برخلاف قیاس ہے۔

اسی ہندیہ میں ہے:یجب ان یعلم ان کتاب القاضی الی القاضی صار حجة شرعا فی المعاملات بخلاف القیاس لان الکتاب قد یفتعل ویزورو الخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم ولکن جعلناه حجة بالاجماع و لکن انما یقبله القاضی المکتوب الیه عند وجود شرائطه ومن جملة الشرائط البینة حتی ان القاضی المکتوب الیه لا یقبل کتاب القاضی مالم یثبت بالبینة انه کتاب القاضی.(ہندیہ ج۳ص۳۸۱)

یہی وجہ ہے کہ کتاب القاضی الی القاضی بشرط شہادت شرعیہ وتحقق دیگر شرائط مقبول ہے مگر رسول قاضی مقبول نہیں۔ اس جگہ اس امر کا خاص جزئیہ نقل کرنے کے بجائے مناسب سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ سے ایک تنبیہ ضروری نقل کروں جو فوائد مہمہ پر مشتمل ہے جس

سے فیکس وغیرہ کو کتاب القاضی پر قیاس کرنے کا حال بھی کھلے۔
چنانچہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:
''تنبیہ چہارم: علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر میں بذریعہ خط شہادت دینا صرف قاضی شرع سے خاص جسے سلطان نے فصل مقدمات پر ڈالی فرمایا ہو یہاں تک کہ حَکَم کا خط مقبول نہیں، درمختار میں ہے: القاضی یکتب الی القاضی وھو نقل الشھادۃ حقیقۃ ولا یقبل من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام الخ، ملتقط فتح میں ہے: ھذا النقل بمنزلۃ القضاء ولھذا لا یصح الامن القاضی. غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے، رہے قاضی تو ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے برخلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمالیا ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی انہیں وجوہ سے جواوپر گزریں مقبول نہ ہواور پر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کرسکتا، اور دوسری جگہ اس کا اجراء محض باطل وفاحش خطا پھر حکم قبول حد سے گزر کر تار تک پہنچنا کیوں کر روا؟ ائمہ دین تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ: اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آکر بیان کرے کہ میرے سامنے گواہیاں گزریں ہرگز ہرگز نہ سنیں گے کہ اجماع تو صرف دربارۂ خط منعقد ہوا ہے پیام ایلچی وخود بیان قاضی اس سے جدا ہے، امام علامہ محقق علی الاطلاق ''شرح ہدایہ'' میں فرماتے ہیں: " الفرق بین رسول القاضی وکتابہ حیث یقبل کتابہ ولا یقبل رسولہ فلان غایۃ رسولہ ان یکون کنفسہٖ وقدمنا انہ لو ذکر مافی کتابہ لذلک القاضی بنفسہ لا یقبلہ وکان القیاس فی کتابہ کذلک الا انہ اجیز باجماع التابعین علی خلاف القیاس فاقتصر علیہ". (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۵۲۵/۵۲۶)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ کتاب القاضی کا ثبوت بالاجماع برخلاف قیاس ہے اور جو چیز خلاف قیاس ثابت ہووہ اپنے مورد پر مقتصر رہے گی اس پر قیاس جائز نہیں جیسا کہ سطور بالا میں مفصلاً گزرا اور فتح القدیر سے اس کا جزئیہ بھی منقول ہوا ''فتح القدیر'' کے مندرجہ بالا جزئیہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اسی فتح القدیر کا وہ جزئیہ جو کثیف پردے کے پیچھے چھپے ہوئے کسی شخص کی آواز سن کر گواہی دینے سے متعلق ہے جس کی عبارت یوں ہے: ولو سمع من وراء حجاب کثیف لا یشف من ورائہ لا یجوز لہ ان یشھد ولو شھد وفسر للقاضی بان قال سمعتہ باع ولم ار شخصہ حین تکلم لا یقبلہ لان النغمۃ تشبہ النغمۃ الا اذا احاط بعلم ذلک لان المسوغ ھو العلم غیر ان رویتہ متکلما بالعقد طریق العلم بہ فاذا فرض تحقق طریق آخر جاز. (فتح القدیر ج۶ ص ۴۶۳)

وہ اس صورت سے متعلق نہیں تو جزئیہ اس پر منطبق ہی نہیں اس سے قطع نظر کہ کتاب القاضی کا ثبوت برخلاف قیاس ہے، اسی فتاویٰ رضویہ سے فتح القدیر کے اس جزئیہ کے مضمون سے متعلق ائمہ کا یہ فیصلہ بھی سن لیجیے جو یوں اسی فتاویٰ رضویہ میں منقول ہوا۔

''تبیین الحقائق پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"ولو سمع من وراء الحجاب لا یسعہ ان یشھد لاحتمال ان یکون غیرہ اذا النغمۃ تشبہ النغمۃالا اذا کان فی

الداخل وحده ودخل وعلم الشاهد انه ليس فيه غيره ثم جلس على المسلك وليس له مسلك غيره فسمع اقرار الداخل ولا يراه لانه يحصل به العلم وينبغي للقاضي ان فسر له ان لا يقبله"۔

(فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۲۹)

اور اگر فتح القدیر کا جزئیہ مذکورہ سے بوجہ استثناء مذکور بعلت احاطۂ علم ٹیلی فون کی خبر کو معتبر ہونا مقصود ہے تو بھی یہ جزئیہ اس صورت پر منطبق نہیں کما ہو ظاہر اور اس کا مختلف فیہ ہونا تبیین الحقائق اور عالمگیری کے جزئیہ منقولہ سے آشکار ہے اسی فتاوی رضویہ میں دربارۂ ٹیلی فون فرمایا:

''ٹیلی فون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگر چہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہوگی اور اگر کسی بات کا اقرار کرے تو سننے والے کو اس پر گواہی دینے کی اجازت نہیں ہاں اگر اس کے پیش نظر ہے جسے دو بدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی اس کی دونوں آنکھیں اس کی دونوں کے سامنے ہوں ایک دوسرے کو دیکھ رہا اور ٹیلی فون کا واسطہ صرف بوجہ آسانی آواز رسانی کے لیے ہو کہ اتنی دور سے آواز پہنچنا دشوار تھا تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعی معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی مثلاً خود اپنی رویت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے''۔ (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۲۸/۵۲۹)

یہاں تک سائل فاضل نے فیکس، ٹیلی فون وغیرہ کے متعلق ذکر کیا ان میں سے اکثر باتوں کا جواب روشن اور بعض باقی کا جواب اسی سے ظاہر، رہا۔ سائل فاضل نے پرچے کو جو ذکر کیا اس کے متعلق خود فتاوی رضویہ کے یہ کلمات دیکھیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب مع سوال اس جگہ مرقوم ہوتا ہے:

سوال : حضرت مولانا..........السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! معروض خدمت شریف ہے کہ جناب والا کا ایک مختصر سا پرچہ جس پر جناب کی مہر لگی ہوئی ہے اور ایک سطر میں یہ عبارت مرقوم ہے ''میرے سامنے شہادتیں گزر گئیں کل جمعہ کو عید ہے'' خاکسار کو موصول ہوا اس کے متعلق فتویٰ شرعی دریافت طلب ہے کہ جس جگہ یہ پرچہ پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو جمعہ کو عید کرنا لازم تھی یا نہیں؟ اور روزے توڑ دینا ضرور تھے یا نہیں؟ اور اس کی عام تشہیر اور دیگر بلاد میں اشاعت سے کیا مفاد تھا۔ بینوا توجروا۔

''**الجواب**: وہ پرچے دیگر بلاد میں نہ بھیجے گئے تقسیم کرنے والوں نے اسٹیشن پر بھی دیئے ان میں سے کوئی لے گیا ہوگا بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے واسطے چاہا اور ان کو جواب دے دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عادل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا اور بلاد بعیدہ کو کیوں کر بھیجے جاتے؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

یہیں سے یہ ظاہر ہوا کہ وہ پرچے شہر اور قرب وجوار شہر ہی کے لیے تھے شہر سے قریب دوسرے شہر کے لیے بھی معتبر نہیں ہیں یہی جواب توپ پر قیاس کا ہے کہ توپ کا اعتبار بعد تحقق رویت والی شہر کے حکم سے محض شہر اور حوالی شہر تک محدود رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قاله بفمه وامر برقمه

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ